دعوت و تبلیغ کا اسوۂ حسنہ

(از جناب مولانا خواجہ محمد عبدالحی صاحب فاروقی استاد تفسیر و ناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

(۱)

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا کا یہ حال تھا کہ سب طرف کفر و الحاد کا دور دورہ تھا شرک و بت پرستی کا غلبہ و استیلا، تھا، فسق و فجور کا بازار گرم تھا، سابقہ ادیان و مذاہب کے اثرات زائل ہو چکے تھے، ان کی کتابیں تحریف لفظی و معنوی کی بنا پر فریضۂ تبلیغ و ہدایت ادا کرنے سے قاصر تھیں۔ اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ تھا رسولوں کا انکار تھا اور نیکی سے ہر ایک خالی ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (۶۲ : ۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و نوازش کی نگاہ عرب کی بنجر زمین پر ڈالی اور قریش کے گھرانہ میں سے آمنہ کے پوت کو اپنی بخشائشوں اور کرم فرمائیوں کیلئے چن لیا، صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے غار حرا سے نکل کر توحید کی آواز کو بلند کیا، لوگوں کو حق کی طرف بلایا اور نیکی کی طرف دعوت دی تو سب کے سب حیران رہ گئے۔ ہر طرف سے انکار کی صدا بلند ہونے لگی۔ اور ہر گوشہ نے آپ کی مخالفت شروع کردی آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے کہ رات کی تاریکی میں آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جائیں آپ نماز میں سربسجود ہوتے تو آپ پہ کیچڑ ڈالی جاتی، آپ کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہا جاتا۔

ان مخالف حالات میں آپ نے ہمت نہ ہاری اور برابر اپنے کام میں لگے رہے، جب دیکھا کہ آپ کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں تو آپ حضرت زید کے ساتھ طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کوئی سعید روح آپ کی بات کو مان لے مگر وہاں کے رئیسوں نے شہر کے لڑکوں کو آپ کے پیچھے کر دیا، جنھوں نے آپ پر اتنے پتھر مارے کہ آپ زخموں سے چور چور ہو گئے اور خون کے جم جانے کی وجہ سے آپ اپنے پاؤں کو جوتے سے الگ نہ کر سکے مگر آپ دل تنگ نہ ہوئے اور یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

مکہ واپس آکر آپ پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے، لیکن یہاں اب اور زیادہ سختیاں اور تکلیفیں آپ کا استقبال کرنے کو تیار تھیں، جو لوگ آپ پر اب تک ایمان لا چکے تھے، ان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا جاتا تھا۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کن حالات و واقعات میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا پڑا، اور آپ کو اس کٹھن کام کیلئے کس قدر مصیبتیں اٹھانی پڑیں اب آپ ان کے چند دوستوں کے حالات بھی سن لیجئے۔

حضرت بلال حبشی ایک کافر کے غلام تھے، جب یہ مسلمان ہو گئے تو اس نے ان کی گردن میں رسّی ڈال کر

لڑکوں کے ہاتھ میں دیدی کہ وہ ان کو پہاڑوں میں لئے پھریں مکہ کی گرم ریت پر ان کو لٹا دیا جاتا، اور بھوکا رکھا جاتا۔ گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دئیے جاتے، مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا، اور دھوپ میں بٹھایا جاتا، وہ ان تکلیفوں کو برابر سہتے، اور ایک ایک کا نعرہ لگاتے۔

عمارؓ ان کے والد یاسرؓ، اور ان کی والدہ سمیہؓ تینوں مسلمان ہوگئے تو ابوجہل ان کو مارتا، اور تکلیفیں دیتا؟ آخر اس کمبخت نے عمار کی والدہ کو نیزہ مار کر مار ڈالا۔

افلح کے پاؤں میں رسی باندھ دی جاتی اور انھیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔

مصعب بن عمیر کو ان کی والدہ نے صرف اس لئے گھر سے نکال دیا تھا کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے۔

اسی مخالفت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کو ایک مرتبہ حبشہ اور دوسری دفعہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی، اپنے مقصد کیلئے انھوں نے اپنے وطن اپنی قوم اور اپنے مال وجائداد کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ دیا۔

یہ تمام تکلیفیں صرف اس لئے دی جاتی تھیں کہ آپ ان لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے تھے، دین اسلام کی دعوت دیتے تھے، جس سے ان کو انکار تھا، لیکن ان کے مقابلہ میں آپ کے اخلاق واعمال کا کیا حال تھا، مکہ کے چند نوجوانوں نے ایک انجمن بنائی جس میں ان باتوں کا اقرار لیا جاتا تھا۔

ہم ملک سے بدامنی کو دور کریں گے۔

مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

غریبوں کی امداد کریں گے۔

اور عاجزوں پر ظلم نہ ہونے دینگے۔

اس انجمن کے ایک رکن آپ بھی تھے، اپنے نبوت کے زمانہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس انجمن کے نام پر آج بھی کوئی بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی مدد کرونگا۔

خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب سے پھٹ گئیں تو قریش نے اس کو دوبارہ بنانا شروع کیا، حجراسود کے رکھنے پر ہر قبیلہ صرف اپنا حق جتاتا تھا آخر ایک بوڑھے نے سب کو اس بات پر راضی کرلیا کہ اب جو شخص سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہو اسی کو پنچ مان لیاجائے، حسن اتفاق سے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے: جاء الامین رضیناہ، آپ نے ہر مدعی قبیلہ میں سے ایک ایک سردار کو چن لیا، چادر بچھا کر اس پر پتھر کو رکھ دیا، اور سرداروں سے فرمایا، اس چادر کو اٹھاؤ، جب پتھر وہاں تک پہنچ گیا جہاں اسے رکھنا تھا تو آپ نے اسے اٹھا کر کونے میں لگادیا۔

ایک دفعہ ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحابہؓ نے ان کی تعریف کی، آپ نے فرمایا، میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، انھوں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ تجارت میں میرے شریک تھے مگر آپ نے معاملہ ہمیشہ صاف رکھا۔

جب آنحضرتؐ کے قلب مبارک پر اولین الہام اترا تو آپ کو اپنی عظیم وجلیل ذمہ داریوں کا احساس ہوا کہ آپ کو تمام دنیا میں کتنا بڑا انقلاب برپا کرنا ہے، قدرتی طور پر اس کا آپ کے دل پر اثر ہوا، اور آپ نے اپنے ان تاثرات کا ذکر اپنی پیاری بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا انھوں نے ان تمام باتوں کو سنکر کہا کہ اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیگا اسلئے کہ

آپ نیکی کرتے ہیں۔

صدقہ اور خیرات دیتے ہیں۔

رانڈوں غریبوں اور یتیموں کی امداد کرتے ہیں۔

مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں۔

لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ گھر کے اندر کیا کرتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ آپ گھر کے کام کاج میں لگے رہتے گھر میں خود جھاڑو دیتے دودھ دُوہ لیتے بازار سے سودا خرید لاتے خود اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے ڈول میں ٹانکے لگا لیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے، اس کو چارہ ڈال دیتے اور غلام کے ساتھ ملکر آٹا گوندھتے تھے۔

(۲)

ایک زمانہ تھا جب لوگ علمائے دین کو انبیاء کا وارث کہتے تھے ان کی تعظیم و تکریم کو اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے وہ دیندار تھے انھیں دین کی ضرورت تھی، انھیں قدم قدم پر دینی مسائل پوچھنے پڑتے تھے وہ اس کے محتاج تھے اور آپ اس کے حامل اسلئے وہ اپنی احتیاجات و ضروریات آپ کے پاس لاتے تھے آپ کا جی چاہتا تو جواب دیتے ورنہ انکار کر دیتے وہ مجبور تھے کہ آپ کی خوشامد کریں تملق اور چاپلوسی سے کام لیں۔ ہدایا اور تحائف پیش کریں نذرانے دیں تاکہ آپ ان سے خوش ہوں اور ان کے دل کی تشفی کا سامان پیدا کریں۔

وہ آپ کے پاس آتے تھے کہ قرآن سنیں، حدیث پڑھیں، فقہ کے مسائل دریافت کریں آپ کا حق تھا کہ آپ غرور و استکبار کو کام میں لائیں، ان کے مطالبات کو ٹھکرا دیں اور ان کی کسی بات کا بھی جواب نہ دیں آپ کی خاموشی ان کیلئے وجہ حزن و ملال ہوتی تھی، اور آپ کے ارشادات ان کے قلب و روح کی تسکین کا باعث۔

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان تھا وہ کتاب و سنت کو حرز جان بنائے ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ دین ضروری ہے، اور دنیا و آخرت کی زندگی اس کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔

لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے، حالات میں تبدیلی آگئی ہے اور تغیر واقعات کے ساتھ ساتھ ایمان و یقین کی بنیادیں بھی متزلزل ہو چکی ہیں، اہلحدیث حضرات کو شکایت ہے کہ حدیث کا انکار کیا جا رہا ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث اور قرآن

تو ایک طرف خود دین ہی کی ضرورت سے انکار ہے، جدید تعلیم اور تمدن کا یہ اثر ہے کہ لوگ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے یعنی جس دنیا میں آپ اس وقت ہیں وہاں نہ رسول پر ایمان ہے نہ اس کے خدا پر، نہ انھیں قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی،

جب لوگوں کو دین کی ضرورت ہی نہیں تو وہ آپ کے پاس کیوں آنے لگے، کس لئے وہ آپ کی خدمت کریں تحفے اور نذرانے پیش کریں، آپ کے سکوت سے دل تنگ ہوں اور آپ کی باتوں سے خوش ہوں، آپ کی عزت کا ان کو خیال ہو، اور آپ کی تذلیل و تحقیر سے انھیں جہنم کا اندیشہ ہو، وہ آزاد ہیں جس طرح چاہیں گے زندگی بسر کرینگے اور جو ان کی خواہش ہوگی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

یہ وہ دنیا ہے جس میں آپ اب داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان آپ کو رہنا اور زندگی بسر کرنا ہے جو متاع آپ بیچنے کیلئے بازار میں لئے جا رہے ہیں اسکا کوئی گاہک نہیں، پھر نفع کی امید بے سود۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی دنیا خود آپ بنانی ہے جس میں آپ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں، عزت و آبرو سے رہیں اور جب اس عالم سے رخصت ہوں تو سرخ رو ہو کر، یعنی دنیا دین سے مُنہ موڑ چکی ہے اللہ اور اس کے رسول کا عملاً انکار کر تی ہے قرآن کے الفاظ میں اس کے لئے کوئی شیرینی اور حلاوت نہیں آثار و روایات میں اسے کوئی دلچسپی نہیں اور مذہبی اعمال کو وہ بے اثر، بے نتیجہ اور ناکارہ سمجھتی ہے۔

آپ اس دنیا میں داخل ہوں تو لفظی وعظ و تلقین کو چھوڑ دیجئے کہ اب اس میں کوئی جاذبیت نہیں بحث و مناظرہ کی طرف توجہ نہ کیجئے کہ اس سے دل مضطر کو کبھی بھی تسکین نہیں ہوتی، ہاں ایک چیز ہے اور صرف ایک چیز جو خود بخود لوگوں کو آپ کی طرف کھینچے گی۔ ٹھیک اسی طرح جیسے مقناطیس لوہے کو، سورج سیارات و ثوابت کو، شیریں چشمہ انسانوں حیوانوں اور کیڑوں مکوڑوں کو یہ لوگ آپ کے گرد و پیش جمع ہو جائیں گے جن کے دل میں دین کی لگن پیدا ہوگی اور خدا کی خدائی کا سچا جذبہ۔

یعنی آپ کا پیغمبرانہ عمل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳۳: ۲۱) یہی وہ عمل ہے جس کے آگے نمرود کی آگ سرد پڑ گئی جس نے فرعون کے جادوگروں کو عین میدان جنگ میں موسیٰ کے مقابلہ میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا: آمنا برب العالمین رب موسی وھرون (۷: ۱۱۸، ۱۱۹) اور پھر یہ اسی پیغمبرانہ عمل کا نتیجہ تھا کہ جب فرعون نے ان جادوگروں کو ایمان لے آنے پر پھانسی کی دھمکی دی تو وہ والہانہ و مضطربانہ پکار اٹھے: لاضیر انا الی ربنا منقلبون، انا نطمع ان یغفر لنا ربنا خطینا ان کنا اول المومنین (۲۶: ۵۰، ۵۱) سورہ اعراف میں اور بھی زیادہ زور دار جواب ہے: انا الی ربنا منقلبون وما تنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لما جاءتنا ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین (۷: ۱۲۲، ۱۲۳)

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک غلام کی حیثیت سے فروخت ہوتے ہیں۔ لامات مصر کی سازش سے وہ بے گناہ کئی سال تک قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھری میں بند رہتے ہیں آخر وہاں کا بادشاہ ایک عجیب و غریب

خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر سے اس زمانہ کے تمام اہل علم اور کاہن عاجز رہتے ہیں حضرت یوسف نہ صرف تعبیر ہی بتاتے ہیں بلکہ ان مصائب و آلام کے رفع و انسداد کی تدبیر بھی بتادیتے ہیں، بادشاہ ان کے علم و فضل کا قائل ہوکر خود ان کی زبان مبارک سے اس کی تعبیر سننا چاہتا ہے، مگر وہ مجسمہ معصومیت اور پیکر حسن و جمال صاف انکار کردیتا ہے کہ جب تک ان کے مقدمہ کا فیصلہ نہ ہوئے وہ جیل کی چار دیواری سے باہر نکلنے کو تیار نہیں اب آپ اس عمل کی بے پناہ قوت کا نتیجہ دیکھئے کہ وہی غلام تخت مصر پر جلوہ افروز ہے اور تمام اعیان مصر و ارکان حکومت اس کے آگے سربسجود ہیں۔

یہی عمل تھا جس نے کفار و مشرکین مکہ سے کہلوا کے چھوڑا جاء الامین رضیناہ جس نے اپنے مخالفین و معاندین کے سامنے اپنی صداقت و حقانیت کی سب سے بڑی دلیل اسی عمل کو پیش کیا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (۱۰: ۱۷) جس کے مبارک چہرہ ہی کو دیکھکر عبداللہ بن سلام پکار اٹھے کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، جس عمل راسخ کے سامنے جب عرب کی حسین ترین لڑکیاں، اس کی ساری دولت اور اس کی غیر مسئول تاجداری پیش کی گئی تو وہاں سے جواب ملا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دو پھر بھی اپنے مقصد کو نہ چھوڑوں گا۔

قریش نے کہا اے محمد اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ہماری ایک درخواست ہے آپ کو معلوم ہے کہ ہم کسقدر تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں پانی بہت کم ہے اور گزارہ کیلئے کوئی سامان نہیں، آپ اپنے خدا سے یہ سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹادے، منکرین مکہ صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن وسیع کرنا چاہتے تھے لیکن عمل والوں کیلئے جبل الطارق سے کوہ قاف تک کوئی پہاڑ اور دریا بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین نے ان کے گھر کے صحن کا کام دیا:۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون، نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ، ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین (۴۱: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

بس اس دنیا میں صرف ایک ہی چیز ہے جس سے آپ لوگوں کے دلوں میں دین کی تڑپ پیدا کرسکتے ہیں، اور وہ صرف عمل ہے کہنے سے زیادہ کرنا اثر رکھتا ہے، قرآن کے اوراق میں سب کچھ ہے، مگر وہ کتاب صامت ہے، اب تمہیں کتاب ناطق کی ضرورت ہے، قرآن نے خالی غور و فکر ہی کی دعوت نہیں دی، اس کا سب سے زیادہ زور عمل پر ہے؛ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحا (۲۳: ۵۲) یہ جو پورے ۲۳ سال میں قرآن پاک اتارا گیا تو اس کی حکمت بھی یہی تھی کہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے والے زیور عمل سے آراستہ ہوجائیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کس طرح قرآن پڑھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ ہم دس آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھتے، جب تک ان کے حلال و حرام سے واقف نہ ہوجاتے، اور ان پر

عمل نہ کر لیتے آگے نہ بڑھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ پڑھنے میں دس سال لگائے اس کے ایک ایک حکم پر عمل کیا، جب اس طرح وہ اس کے درس اور عمل سے فارغ ہو گئے تو اس خوشی میں انھوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور دوستوں کی دعوت کی۔

حضرت عائشہؓ سے انک لعلی خلق عظیم کی نسبت سوال کیا گیا کہ خلق عظیم سے مراد کیا ہے انھوں نے جواب دیا: کان خلقہ القرآن، قرآن تو ایک خاموش کتاب ہے، لیکن اگر تم اسی قرآن کو ایک حی و قائم اور زندہ انسان کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو جن کا ایک ایک عمل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ جب حضرت رکانہ آپ کی خدمت میں اسلام کی حقانیت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوئے جو عرب کے مشہور پہلوان تھے تو انھوں نے آپ سے صرف ایک ہی دلیل طلب کی کہ اگر آپ کشتی میں مجھے تین دفعہ گرا دیں تو آپ کو سچا نبی مان لونگا، آپ نے ان کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں نبی ہوں نبوت کو ان باتوں سے کیا نسبت، بلکہ آپ کشتی لڑے اور تین بار ان کو پچھاڑا چنانچہ یہی کشتی ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنی۔

ثمامہ بن اثال، نجد کے رئیس تھے، جب وہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے تو انھیں مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا حال ہے؟ ثمامہ نے جواب دیا، میں اچھا ہوں، اگر آپ میرے قتل کا حکم دیں تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا۔ اگر آپ لطف و نوازش سے کام لیں تو ایک شکر گذار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے حاضر کردوں آپ نے دوسرے اور تیسرے دن برابر یہی سوال ان سے کیا اور وہ یہی جواب دیتے رہے آخر آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔

وہ پاس ہی ایک کھجور کے باغ میں گئے، غسل کیا اور آکر کلمہ پڑھ لیا، پھر کہا، یا رسول اللہ، تمام دنیا میں آپ کی ذات آپ کے شہر اور آپ کے دین سے بڑھکر مجھے اور کسی چیز سے نفرت نہ تھی مگر آج آپ کی ذات آپ کے شہر اور آپ کے دین سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز محبوب نہیں، یہ نتیجہ تھا اس عمل کا جو ثمامہ نے اپنی آنکھوں سے مسلسل تین دن تک دیکھا تھا۔

فتح مکہ کے بعد جب آپ بیت اللہ میں تشریف لائے وہاں تمام کفار جمع تھے، آپ چاہتے تو ان کو فوراً قتل کر دیتے جیسے اس موقعہ پر بادشاہ عموماً کیا کرتے ہیں مگر آپ نے فرمایا آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے تخت مصر پر بیٹھنے کے بعد اپنے بھائیوں سے کہا تھا انتم الطلقاء، لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکمُ وھو ارحم الراحمین۔

فتح کے اگلے روز آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، فضالہ بن عمیر نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا جب وہ آپ کے بالکل قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے کہا تم ابھی ابھی اپنے دل میں کیا ارادہ کر رہے تھے، اس نے کہا کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا، آپ یہ سُنکر ہنس پڑے اور فرمایا اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو، یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کہتے ہیں کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بڑا ہی اطمینان قلب حاصل ہوا اور آپکی محبت میرے دل میں اس قدر جاگیر ہو گئی کہ حضورؐ سے بڑھکر میرا کوئی محبوب نہ رہا،

اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عرب آپ کے آگے جھک گیا، اور ایک شخص بھی ایسا نہ رہا جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا دل سے قائل نہ ہو، یہ دین کی عظمت، کلمہ حق کی خسروی اور توحید کی زماں روائی صرف نتیجہ تھا آپ کے عمل کا اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ رسولؐ کے جو فرائض قرآن میں جا بجا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ویزکیھم (۲:۶۲)

علمائے کرام جس زندگی میں تم قدم رکھنا چاہتے ہو اس کا ذرہ ذرہ آپ کا چشم براہ ہے، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں آپ کی ضرورت نہ ہو، تعلیم کا میدان، خلق خدا کی خدمت، اور ملک کی آزادی ہر جگہ آپ کی ضرورت ہے مگر یہاں اسی شخص کی قدر ہوگی جو عمل سے مسلح ہوگا صرف اس کے عمل سے لوگوں میں دین کا جذبہ پیدا ہوگا اور اسی کی قوت کے آگے لوگ جھکیں گے۔

تم اپنے عمل سے یہ ثابت کردو کہ تم کو لوگ امین سمجھتے ہیں اور اگر وہ اپنی امانتیں تمہارے پاس رکھیں گے تو وہ انھیں واپس مل جائیں گی۔ تم رانڈوں اور یتیموں کی امداد کروگے تم لوگوں کا بوجھ اٹھاؤگے اور مصیبت زدوں کی ہمدردی کروگے۔

آپ کا دیس مظلوم ہے، بے بس ہے، بے چارہ ہے، شل ہے، مفلوج ہے، اس کی خدمت آپ کا فرض ہے لیکن یہ خدمت اس لئے نہ ہو کہ آپ کی تعریف ہو، اور لوگ آپ کے آگے جھکیں، اس سے کام بگڑ جائے گا مدح وستائش کی طرف میلان ہوجانے کی وجہ سے اصلی مقصد نظروں سے اوجھل ہوجائیگا اور آخر کار وہ بیماری پیدا ہوجائیگی جس کی مذمت قرآن پاک نے بیان کی ہے: یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا، (۳:۱۸۵)

ہماری قوم اور ہمارے ملک کا ایک ایک جوڑ بیمار ہے، اس لئے جلد بازی سے کام نہ چلے گا کہ جلدی میں زخم کے اوپر پھایا رکھدیا اور اندر سے اس کو ویسے ہی رہنے دیا، بلکہ دھیرے دھیرے علاج کرنا ہوگا۔ صبر و استقامت کا دامن تھامنا ہوگا اور تحمل و بردباری سے کام لینا ہوگا، ممکن ہے مریض آپ کے سامنے اچھا نہ ہو تو ہمت نہ ہار دیجئے اور نہ اس مریض ہی کو ختم کرنیکا فیصلہ کیجئے کسی چیز کو بگاڑنا بہت آسان ہے مگر اس کا سنوارنا کہیں زیادہ مشکل ہے، آپ چند روز میں سر بفلک عمارت کو زمین کے ساتھ ملا دے سکتے ہیں لیکن جب بنانے کا خیال آئیگا تو اس میں بہت وقت صرف ہوجائیگا۔

ملک اور قوم کی خدمت میں آپ کی تمام عمر ختم ہوجائے لیکن پھر بھی آپ دیکھیں کہ آپس کا بیر، فرقہ بندی خود غرضی کینہ پروری اور باہمی بغض و حسد بدستور موجود ہیں، لوگوں کے دلوں میں ابھی دین کا سچا جذبہ نہیں پیدا ہوا تو ہمت نہ ہار دینا بلکہ اور زیادہ جوش اور ولولہ سے کام لینا تاکہ جب تم یہاں سے سدھارو تو تمہیں اطمینان ہو کہ تم نے اپنی بساط بھر خدمت کی، کوشش کرنا آپ کا فرض تھا، نتیجہ پر آپ کا قبضہ نہ تھا انك لا تهدی من احببت و لكن الله يهدی من يشاء (۲۸:۵۶) اور ولعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين (۲۶:۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حرام بن ملحان کو اپنا نامہ مبارک دے کر بنو عامر کے

حاکم عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، اس نے جبار بن سلمی کو حکم دیا کہ اس سفیر کو قتل کرادو، جبار نے اس زور سے ان کی پشت میں نیزہ مارا کہ چھاتی سے صاف نکل گیا، حضرت حرام نے گرتے گرتے بلند آواز سے پکارا فزت ورب الکعبہ کعبہ کے خدا کی قسم، میں اپنی مراد کو پہنچ گیا، اس ایک فقرے نے قاتل کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ خود مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا۔

اس میدان میں صرف ایک دو آدمیوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ دوسروں کی بھی مدد کی ضرورت ہوگی، اس لئے آپ ایسے اخلاق و اعمال سے آراستہ ہوں کہ دوسرے آپ کے گرویدہ ہو جائیں، اور پروانہ کی طرح آپ پر نثار ہوں، آپ کی نظر ساتھیوں کے نقائص پر نہ ہو ان کی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں سے چشم پوشی کریں، جنگ احد میں جو لوگ بھاگ گئے تھے جب وہ دوبارہ دربار رسالت میں حاضر ہوتے انھوں نے اقرار کیا: نحن الفرارون، مگر آپ نے یوں کہکر ان کو تسلی کردی کہ نہیں، تم اسلئے بھاگے تھے کہ دوبارہ تیاری کرکے دشمن پر حملہ آور ہو، پھر تمام عمر آپ نے کبھی ان کی اس فروگذاشت کا سرا و جہرا ذکر نہیں کیا، اسی کے متعلق آتا ہے: فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك، فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر، فاذا عزمت فتوكل على الله، (۳: ۱۵۲، ۱۵۳)

اسی جنگ میں آپ کے دانت توڑے گئے اور چہرہ زخمی کیا گیا لوگوں نے درخواست کی، کاش آپ ان مشرکین پر بد دعا کریں، آپ نے فرمایا: انی لم ابعث لعانا ولكن بعثت داعيا ورحمة، اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون۔

جماعت آسانی کے ساتھ نہیں بنتی، اس کے لئے بڑے دل گردہ کی، اور پتہ مارنے کی ضرورت ہے، سورۂ حجرات میں تفصیل کے ساتھ ان نقائص و ذمائم کو بیان ہے جو جماعتوں میں تفرق اور اختلاف کا باعث بنتے ہیں: یا ایها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم ولا تنابزوا بالالقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب فاولئك هم الظالمون يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا ايحب احدكم ان يأكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه، واتقوا الله ان الله تواب رحيم (۴۹: ۱۱، ۱۲)

گلہ

معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے
دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے
جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے
یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

(ضرب کلیم)